

نورِ دیارِ دل

غزالہ عنبریز

”تمہارے نزدیک محبت کیا ہے مایا.....؟“
ذویا نے بڑی سنجیدگی سے مایا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ مگر شاید وہ غیر سنجیدہ موڈ میں تھی۔ اس لیے برجستہ بولی۔

”یہی کہ ٹین ایتج کی محبت نادانی ہوتی ہے اور میچور ایتج کی کہانی!“

اور ذویا جو اس کی طرف سے کسی سنجیدہ رویے کی توقع کر رہی تھی۔ اس کے نان سیریس اپنی ٹیوڈ اور



Downloaded From
Paksociety.com

ہونٹوں میں دبی مسکراہٹ دیکھ کر اسے گھورے بنا نہیں رہ سکی۔

”واٹ.....! میں تم سے محبت کے بارے میں تمہارے خیال اور سوچ کی بات کر رہی ہوں..... اور تم مجھے محبت کے سائنڈ انٹیکشن بتا رہی ہو۔ مذاق مت کرو مایا..... میں بہت سیریس ہوں، کسی کی زندگی کا سوال ہے، سو پلیز..... بی سیریس.....“

ذویا کی جھاڑ پر مایا بے ساختہ ہنسنے لگی۔ جانتی تھی محبت کے بارے میں اس کے نادر خیالات جان کر ذویا کو ایسے ہی شاک لگتا تھا..... مگر ذویا واقعی سیریس موڈ میں تھی اور شاید تھوڑی سی پریشان بھی..... لہذا مایا کو بھی سیریس ہونا پڑا اور اگلے لمحے وہ سچ سچ کسی اسٹیکچوئل کی طرح جیسے ڈانس کی کیفیت میں چلی گئی۔

”محبت ایک سمت میں سفر کرنے کا نام ہے۔ ایک جگہ ٹھہر جانا، پڑاؤ ڈال لینا۔ صرف ایک کو دیکھنا، ایک ہی کو سوچنا..... محبت واحد اور یکتا ہوتی ہے۔ یہی محبت کا اصل فلسفہ ہے۔ محبت کبھی اپنی سمت نہیں بدلتی..... اور اگر محبت اپنی سمت بدل لے تو پھر وہ محبت نہیں ہوتی۔“

ذویا نے اسے سیریس ہونے کے لیے کہا تھا اور مایا نے خود پر سنجیدگی طاری کرنے کی پوری کوشش بھی کی تھی..... لیکن جب مایا بولی تو اس کی سنجیدگی پر ذویا حیران ہوئے بغیر نہیں رہی..... محبت کے بارے میں مایا کی سوچ اتنی گہرائی رکھتی ہوگی اسے ہر گز بھی اندازہ نہیں تھا۔

”امیزنگ یار..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہر بات کو مذاق میں اڑانے والی مایا محبت کے بارے میں اتنا گہرا دل پزیر اور راست فلسفہ نظر رکھتی ہوگی۔“

ذویا نے خوشگوار تاثر کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔

”شاید اس لیے کہ میں بھی ایک لڑکی، یعنی عورت ہی ہوں۔ اور محبت کے بارے میں ہر عورت کا یہی نظریہ اور سوچ ہوتی ہے۔ عورت کی محبت اکثر ایک ہی سمت اور ایک دائرے میں ہی گھومتی ہے۔ اس لیے وہ مرد سے بھی یہی توقع رکھتی ہے مگر افسوس..... مرد کی فطرت

میں ٹھہراؤ اور پڑاؤ نام کی شے مشکل سے ہی ملتی ہے۔ اس لیے میرا تمہارے لیے مشورہ ہے۔ تم بھی زین سے زیادہ توقعات کے بل مت باندھ لینا..... کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر میں نتیجہ اس کی فطرت کے مطابق نکلے۔“

اور مایا کے حقیقت پسندانہ تجزیے نے ذویا کے چہرے پر ہر اس پھیلا یا تھا۔ وہ زین کی محبت کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ زین کے لیے ایک سمت، ایک دائرہ نہیں ہوگی۔ جس کے گرد ہمیشہ سفر کرتے کرتے کوئی اپنی زندگی تمام کر دے۔

”تم مجھے ڈرا رہی ہو مایا۔“

اس نے برجستہ شکایتی لہجے میں کہا۔

”نہیں..... زندگی کی حقیقی سچائی بیان کر رہی ہوں..... ہم لڑکیوں کی مخلوق بہت خوش فہم ہوتی ہے۔ مگر انسانی فطرت کے اسرار و رموز تو زندگی سے بھی زیادہ پیچیدہ اور الجھاؤ کے حامل ہوتے ہیں اور مرد کی فطرت اس سے بھی کہیں زیادہ پیچیدگی اور گہرائی کی حامل ہوتی ہے۔“ مایا نے رسائی سے کہا۔

”مگر میں تم سے مشورہ مانگ رہی ہوں مایا..... کیونکہ تم میری بیسٹ فرینڈ ہو..... اور تم سے زیادہ میری بہتری کے بارے میں کوئی اور نہیں سوچ سکتا۔“

ذویا نے معصوم لہجے میں کہا تو ایک لمحے کے لیے مایا کو اس پر پیارا آیا۔ وہ اس کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے صرف یہی کہہ سکی۔

”ایک بیسٹ فرینڈ کا مشورہ میں تمہیں پہلے ہی دے چکی ہوں۔“

مایا نے سنجیدگی سے جواب دیا تو ذویا بے اختیار ہلچلی لہجے میں بولی تھی۔

”تو پھر تم میرے لیے دعا کرنا..... میرا فیصلہ کبھی غلط ثابت نہ ہو۔ تم میرے لیے دعا کرو گی ناں مایا؟“

ذویا کے لہجے میں التجا کے ساتھ امید بھی تھی۔

”ٹھیک ہے، پھر میں تمہارے لیے یہی دعا کروں گی کہ خدا کرے..... تمہیں تمہاری محبت کبھی نہ ملے..... کیونکہ محبت مل جائے تو قدر کھودیتی ہے۔“

ہوں۔ اور ایسی غلطی انجانے میں بھی نہیں کروں گی۔“
مایا نے قطعی لہجے میں کہا تھا..... جیسے وہ ناقابلِ تسخیر ہستی ہو۔

”ایسے مت کہو مایا..... محبت کے ہونے یا نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہوتی..... نہ ہی اس کے ہونے یا نہ ہونے میں انسانی خواہش کا دخل ہوتا ہے۔ یہ تو بس ایک نرم و نازک سا احساس ہوتا ہے۔ ایک کول جذبہ جو اچانک ہی دل کی سر زمین سے سر اُبھارتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے۔ گویا دل کی زمین کو جکڑ لیتا ہے پھر نہ ہم اسے اکھاڑنے پر قادر ہوتے ہیں اور نہ اجاڑنے پر.....“ ذویا کے جواب نے مایا کو خاموش کر دیا تھا۔ شاید اس کے دلائل میں زیادہ وزن تھا مگر وہ ذویا کے ساتھ بحث کرنے نہیں بیٹھی تھی۔
”اگر تمہیں کبھی کسی سے محبت ہوگئی تو تم کیا کرو گی مایا؟“ اور ذویا کے اگلے سوال نے مایا کو چونک کر اپنی خاموشی توڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

”اگر ایسا ہو گیا تو میں اپنے ہاتھوں سے اپنے دل کا گلا گھونٹ دوں گی۔ کیونکہ یہ کم بخت محبت سب سے پہلے دل پر ہی وار کرتی ہے۔ سونہ رہے گا دل اور نہ بچے گی محبت کی بانسری.....“ مایا نے ہنستے ہوئے بڑے بے سُرے انداز میں کہا تھا۔ اور ذویا ایک بار پھر سے اسے گھورنے لگی تھی۔

”آخر کس مٹی سے بنی تھی یہ لڑکی.....“ ذویا نے خفگی سے سوچا تھا۔

”اب گھر چلو ذویا..... مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔ اور تم جانتی ہو مجھ سے بھوک برداشت نہیں ہوتی ہے۔“ اگلے لمحے مایا ہنستے ہوئے آڈیٹوریم ہال کی بیرونی سیڑھیوں سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی کیونکہ وہ ایک بار پھر سے اپنے نان سیریس موڈ میں واپس آ چکی تھی۔ اس لیے مجبوراً ذویا کو بھی اٹھنا پڑا تھا۔ اسے پتا تھا کہ اب مایا سے اس بارے میں سنجیدگی کی توقع کرنا عبث ہوگا۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ جب مایا کو کسی بارے میں مزید بات نہ کرنی ہو تو وہ اسی طرح بات کو مزاح کا

رول دیتی ہے۔“

مایا نے بڑی بے رحمی سے کہا تو ذویا کی آنکھیں صدمے سے چھلکنے کوئے تاب ہوئیں اور ذویا کی روئی شکل دیکھ کر مایا کو بے ساختہ ہنسی کا دورہ پڑا تھا۔
”میں تمہیں جان سے مار دوں گی مایا..... تم مجھے دغا دے رہی ہو یا بد دغا.....؟“

ذویا نے خفگی سے گھورتے ہوئے مایا کی طرف دیکھا۔ ذویا کے چہرے کے تاثرات ایسے ہی تھے کہ جیسے واقعی اسے مایا کے لفظوں سے شدید صدمہ پہنچا ہو..... لیکن مایا کے چہرے پر کوئی افسوس یا شرمندگی کا تاثر نہیں تھا..... اور اس کے اسی تاثر نے ذویا کو ناراض کر دیا تھا۔ اور وہ اٹھ کر جانے لگی تو مایا نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ کے روکا تھا۔

”پلیز ذویا..... مجھے غلط مت سمجھو..... میں مذاق نہیں کر رہی، میں سیریس ہوں، میں نے محبت میں لوگوں کے بھرم ٹوٹتے ہوئے دیکھے ہیں۔ میں نے محبت کو محبت کے ہاتھوں مٹی ہوتے دیکھا ہے۔ یہ محبت صرف انسان کو اپنے پیچھے خوار کر داتی ہے۔ نہ ملے تو سدا کک بن کر دل میں چبھتی ہے اور اگر مل جائے تو عمر بھر کا پچھتاوا بن جاتی ہے۔“ ذویا اسے ملامت کرنے کے بجائے خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور مایا اسے ناراض کرنا نہیں چاہتی تھی پھر بھی نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ذویا کے دل کو دکھی اور ڈپریشن میں مبتلا ضرور کر گئی تھی۔ ذویا پھر بھی خاموش رہی تھی اور اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسے..... پہلی بار دیکھ رہی ہو اور شاید مایا کو ذویا کی خاموش نگاہوں کا مفہوم سمجھ آ گیا تھا۔ اسی لیے برجستہ بولی تھی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو ذویا! بے فکر رہو..... مجھے محبت کرنے کا کوئی ذاتی تجربہ نہیں ہوا ہے۔ یہ صرف آیزرویشن ہے اور پلیز..... اب یہ مت کہنا کہ خدا کرے..... مجھے بھی کسی سے محبت ہو جائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو بھی گیا ناں تو میں کبھی محبت کا ہاتھ نہیں تھاموں گی۔ میں تجربہ کرنے کے بجائے مشاہدے سے سیکھتی

رنگ دے کر ادھورا چھوڑ دیا کرتی تھی۔ شاید بروکن فیملی کے بچے ایسے ہی روٹیوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ جہاں زندگی میں سب کچھ ادھورا رہ جاتا ہے پھر ان کی اپنی ذات بھی ادھورے پن کا حصہ بن جاتی ہے۔

مایا، کیسپس کے پارکنگ ایریا کی جانب بڑھنے لگی اور ذویا نے وہیں کھڑے کھڑے سوچا تھا کہ وہ مایا کو کبھی محبت ہو جانے کی دعا نہیں دے گی۔ کیونکہ محبت نصیب سے ہوتی ہے اور نصیب سے ملتی ہے اگر خدا نے اس کی قسمت میں محبت نام کا ستارہ لکھا ہو گا تو وہ مایا کے دل کے آسمان پر ایک دن ضرور چمکے گا۔

☆☆☆

وہ دونوں ایک دوسرے کی بہتر بن دوست ہی نہیں ایک دوسرے کی اچھی پڑوسی بھی تھیں۔ اسلام آباد کے ایک پوش علاقے کی رہائشی کالونی میں ان کے گھر کی دیواریں ساتھ ساتھ ملی تھیں..... ذویا اور زوار صرف دو بہن بھائی تھے..... ذویا سے بڑا زوار اپنے ایم بی اے کے لیے لندن بزنس اسکول میں زیر تعلیم تھا۔ جبکہ ذویا اسلام آباد کی مقامی یونیورسٹی سے مایا کے ساتھ ماسٹرز کر رہی تھی۔ ذویا کے والد پرائیویٹ سیکٹر میں جاب کرتے تھے جبکہ مایا نانی کے انتقال کے بعد اپنے نانا حشام حسن کے ساتھ رہتی تھی۔ حشام حسن ایک سرکاری آفیسر رہ چکے تھے۔ انہوں نے بڑی diciplened لائف گزاری تھی لیکن مایا کو بڑی محبت اور پیار سے پالا تھا اور اسے ہر طرح کی جائز آزادی دے رکھی تھی۔ ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے کے باعث دونوں گھرانوں کے آپس میں اچھے تعلقات تھے۔

ذویا کیسپس کے بزنس ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کے زین ملک کو پسند کرتی تھی..... اور یہ پسندیدگی پچھلے چند سالوں کی دوستی کے ساتھ اب محبت میں بدل چکی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور دونوں نے شادی کا فیصلہ بھی کر لیا تھا..... جو کہ ان دونوں کی اسٹڈیز کے مکمل ہونے پر طے کی جانی تھی.....

84 اہنامہ پاکیزہ۔ دسمبر 2015ء

البتہ زین اپنا ایم بی اے کسپیٹ کرنے سے پہلے ذویا کے گھر اپنا پروپوزل بھجوانا چاہتا تھا کیونکہ وہ کسی بھی صورت ذویا کو کھوٹا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے زین نے اس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اگلے ہفتے اپنے پیرنٹس کو اس کے گھر بھیج رہا ہے..... لیکن ذویا نے ابھی اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ کیونکہ ذویا کو اس بارے میں اپنی بیسٹ فرینڈ مایا سے ضروری بات کرنی تھی۔ وہ مایا سے شیئر کیے بغیر کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا مایا سے بہتر مشورہ اسے کوئی دوسرا نہیں دے سکتا تھا۔ اسی لیے انہوں نے آج دن کی تمام کلاسز آف ہونے کے بعد آڈیٹوریم کا رخ کیا تھا۔

وہ دونوں اکثر کیسپس کے آڈیٹوریم ہال کی بیرونی سیڑھیوں پر سر جوڑے بیٹھی پائی جاتی تھیں۔ پورے کیسپس میں یہ ان کی فیورٹ پلیس تھی اور ذویا کے بات کرنے پر مایا نے اس کی زندگی کے اتنے اہم فیصلے سے متعلق کوئی بہت اہم مشورہ دینے کے بجائے انتہائی غیر سنجیدہ رویے کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے اپنے دل و دماغ سے محبت نامی خناس کو نکالنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ محبت کے ذکر پر ایسے ہی نان سیریس رویہ اختیار کر لیتی تھی۔

ذویا یہ بھی جانتی تھی وہ محبت کے منکرین میں سے نہیں تھی مگر محبت کو وقت کا زیاں ضرور قرار دیتی تھی۔ شاید اس لیے کہ محبت پر سے اس کا اعتبار بہت پہلے اٹھ چکا تھا۔ وہ ایک بروکن فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ جہاں اس نے آپس میں محبت کی شادی کرنے والے والدین کا حشر دیکھ لیا تھا، ان میں ڈائورس ہو چکی تھی۔ جب وہ کلاس فور تھ یافتہ میں تھی۔ اس لو میرج کے دس سال بعد مایا کے پاپا منصور خان کی زندگی میں ایک دوسری عورت آگئی جس کی محبت میں جتلا ہو کر انہوں نے اپنی بیوی مائرہ کو طلاق دے دی۔ منصور نے مائرہ کو چھوڑ کر سارہ نامی حسین بلا سے شادی کر لی..... اور سارہ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے امریکا سیتل ہو گئے۔

اگرچہ مائرہ نے منصور خان سے اپنی فیملی کی مخالفت کے باوجود پسند کی شادی کی تھی مگر منصور کے

سچائی: ایسی دوا ہے جس کی لذت کڑوی مگر تاثیر
شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔
ذہانت: ایسا نادر پودا ہے جو محنت کے بغیر نہیں لگتا۔
خوش اخلاقی: ایسی خوشبو ہے جو میلوں دور سے
محسوس ہو جاتی ہے۔
گناہ: ایسی لعنت ہے جو قلب کو سیاہ کر دیتی ہے۔
دعا: ایسا عمل ہے جو تقدیر کو مات دے لیتا ہے۔
توبہ: ایسا دروازہ ہے جو موت کی پٹکی تک کھلا
رہے گا۔

مرسلہ: عذرارضوی، کراچی

ذمے داری اس کے نانا حشام حسن نے بخیر و خوبی
اٹھائی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے خوش
اسلوبی سے نبھایا تھا مگر افسوس کہ اس سفر میں ان کی
شریک سفر زیادہ عرصے ساتھ نہیں رہ سکیں..... اور طبعی
موت کے باعث انہیں تنہا چھوڑ گئیں..... لیکن مایا کے
ساتھ نے انہیں تنہا رہنے نہیں دیا۔ وقت گزرنے کے
ساتھ مایا کی محبت اور ذمے داری کے احساس نے حشام
حسن کو کمزور نہیں ہونے دیا تھا۔

ان دنوں وہ اسلام آباد میں ریٹائرڈ... زندگی
گزار رہے تھے۔ اگرچہ نو اسی کی پرورش میں انہوں نے
کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ مگر ماں، باپ کی فطری محبت
اور حیثیت کا خلا وہ اس کی زندگی میں کبھی پر نہیں کر سکتے
تھے۔ اور مایا کی زندگی میں ماں، باپ کے یوں چھوڑ کر
چلے جانے سے محبت پر اعتبار کرنے کا خانہ ہمیشہ کے
لیے خالی رہ گیا۔ جس کو وہ چاہ کر بھی پر نہیں کر سکے تھے۔
اگرچہ وہ بے حد ذہین اور خود اعتماد لڑکی تھی لیکن شفقت
پداری اور ممتا کی محبت پر اس کا اعتماد کبھی بحال نہیں ہو سکا۔
اس نے اس چھوٹی عمر میں ماں، باپ کا ساتھ ہی
نہیں کھویا..... بلکہ مقدس محبت کے ان رشتوں پر سے اپنا
اعتماد بھی ہمیشہ کے لیے کھو دیا تھا۔

اگرچہ وہ محبت کی انکاری نہیں تھی مگر اسے محبت میں بننے
والے رشتوں پر اعتبار نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سب کچھ

ڈائیس دینے کے بعد مائرہ کی فیملی نے اسے معاف
کر کے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ اس کی فیملی اتنی گنتی گزری
نہیں تھی کہ بیٹی اور نو اسی کو سپورٹ نہ کرتی..... البتہ
مائرہ کے دل سے منصور کی بے وفائی کے باعث محبت کا
خمار اتر جانے کے بعد اس کے والدین نے اسے زندگی
کی تلخ سچائیوں کا آئینہ ضرور دکھا کر اتنا سمجھایا کہ منصور
خان کی بے وفائی کو روگ بنانے کے بجائے اسے
زندگی سے اپنے حصے کی باقی خوشیاں پانے اور سب کچھ
بھول کر نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کرنے کا پورا
حق حاصل ہے۔ مائرہ نے اپنی مرضی کا فیصلہ کر کے اس
کا انجام دیکھ لیا تھا۔ سو اس بار اس نے ماں، باپ کے
فیصلے پر خاموشی سے رضا مندی کی مہر ثبت کر دی تھی۔
جس کے بعد اس کے بابا حشام حسن نے اس کی دوسری
شادی کر دی۔ مایا کو انہوں نے اپنے پاس ہی رکھنے کا
فیصلہ کیا تھا۔ جسے مایا کی بھلائی کے پیش نظر مائرہ نے
مان لیا تھا اور منصور کی طرح مائرہ بھی اپنے کزن کے
ساتھ بیاہ کر انگلینڈ سیٹل ہو گئی۔ حالانکہ مائرہ بیٹی کو اپنے
ساتھ انگلینڈ لے کر جانا چاہتی تھی لیکن حشام حسن نے یہ
کہہ کر بیٹی کو سمجھایا کہ دس سالہ بیٹی کو کسی دوسرے شخص
کو باپ کی حیثیت سے قبول کرنے میں وقت لگنے کے
ساتھ بہت سی دیگر مشکلات بھی پیش آ سکتی ہیں۔

یوں مائرہ ماں، باپ کے سمجھانے اور تسلی دلانے
پر منصور خان کی بے وفائی کا داغ دل میں چھپا کر عون
رضوی کے ساتھ انگلینڈ رخصت ہو گئی۔ اور تب سے مایا
کی پرورش اس کے نانا، نانی نے کی تھی جنہیں وہ ماں کی
طرح بابا، اماں کہتی تھی۔

یونہی ماہ و سال کی گردش میں گم ہو کر مائرہ اور
منصور خان اپنی اپنی نئی زندگیوں میں مگن ہو کر معصوم
بیٹی کو فراموش کر بیٹھے۔ مائرہ کے تو اکثر لندن سے فون
آتے رہتے لیکن منصور نے سارہ کے ساتھ اپنی نئی
زندگی شروع کر کے پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ جیسے
انہیں خوف ہو کہ پلٹ کر پیچھے دیکھنے والے پتھر کے
ہو جاتے ہیں۔ دوسری جانب مایا کی تعلیم و پرورش کی

”آئی ایم سوری زین..... ایکچو نیلی وہ میں نے

مایا سے.....“

”او کم آن ذویا..... پلیز اب یہ مت کہنا کہ تم اس بارے میں مایا سے مشورہ لے کر فیصلہ کرو گی۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا ہماری لو اسٹوری کا دی اینڈ یہیں پر ہو جائے گا اور میں کنوارہ مرنا نہیں چاہتا۔“ اس نے بڑے جذباتی انداز میں آخری جملہ ادا کیا۔ اس بار ذویا نے خفگی سے گھور کے زین کی طرف دیکھا۔

”اسٹاپ اٹ زین..... آئندہ کبھی مرنے مارنے کی بات مت کرنا۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“ خفا ہوتے ہوئے ذویا کے لہجے میں کپکپاہٹ کے ساتھ آنکھیں بھی چھلکنے کو بے تاب تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ باقاعدہ زین کی مرنے والی بات پر آنسو بہانے بیٹھ جاتی زین نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں کانوں کو پکڑ لیا۔ ذویا اس کی بے ساختہ حرکت پر روتے روتے ہنس پڑی پھر چند لمحوں بعد سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

”آئی ایم سوری زین..... مگر مایا میری دوست ہے، مجھے بہت عزیز بھی ہے۔ وہ جانتی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں..... وہ محبت کے منکرین میں سے نہیں ہے زین..... بس محبت میں بننے والے رشتوں پر اسے اعتبار نہیں ہے۔ اور ایسا کیوں ہے۔ اس کی وجہ تم بھی جانتے ہو..... وہ ہماری محبت کے خلاف بھی نہیں ہے۔ تم بے فکر رہو۔ اس نے مجھے کوئی غلط مشورہ بھی نہیں دیا ہے۔ بس وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ اس لیے... میری بہت پروا ہے اسے.....“ ذویا نے نرمی سے مایا کی پوزیشن کلیئر کی۔

”میں مایا سے بدگمان نہیں ہوں ذویا..... مگر اتنا ضرور جانتا ہوں۔ اگر تم اپنی دوست کو خوش اور ایک نارمل زندگی جیتے دیکھنا چاہتی ہو تو مایا کا محبت کے رشتوں پر اعتماد ایک ہی صورت میں بحال ہو سکتا ہے۔ جب وہ کسی کی محبت پر اعتبار کرے..... اسے کسی سے

جانتے ہوئے بھی ذویا کو مایا سے شکایت نہیں تھی۔ وہ اس سے ناراض بھی نہیں تھی۔ وہ مایا سے ناراض رہ بھی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ وہ مایا کو بچپن سے جانتی تھی اور اسے مایا سے ہمدردی نہیں محبت تھی..... اور کیا ہوا جو مایا کو محبت میں بننے والے رشتوں پر اعتبار نہیں تھا۔ اسے اپنی اور ذویا کی دوستی پر تو اعتبار تھا ناں..... اور ذویا کے لیے یہی اعتماد کافی تھا.....

☆☆☆

”تو پھر کیا سوچا تم نے ذویا.....؟“

”کس بارے میں.....؟“ ذویا نے چونک کر زین کی آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں جواب کے بجائے خفگی کا ہلکا سا تاثر جھلک رہا تھا۔ آج وہ بہت دنوں بعد زین کے اصرار پر مارگلہ ہلز کے دامن میں نئے کھلنے والے شاندار سے ریسٹورنٹ کے کافی ہال میں بیٹھے تھے۔ موسم بھی بارش کے بعد بہت خوب صورت ہو رہا تھا اور زین نے ٹیکسٹ کر کے اسے یہیں بلایا تھا۔ ورنہ زین کے ساتھ ہوٹلنگ کرنے کی وہ بالکل عادی نہیں تھی۔ اس نے ماں، باپ کی دی ہوئی آزادی اور اعتماد کا کبھی نا جائز فائدہ نہیں اٹھایا تھا..... مسئلہ چونکہ بہت سیریس تھا سو اس کا آنا بنتا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ زین کی آنکھوں سے جھلکتی خفگی کا تاثر مزید گہرا پڑتا۔ ذویا نے فوراً سے بیشتر اس سے معذرت کر لی۔ لہذا زین نے سنجیدگی سے نئے سرے سے اپنی بات کا آغاز کیا تھا۔

”میں اپنی اور تمہاری شادی کی بات کر رہا تھا ذویا..... اپنا پروپوزل لے کر میں اپنے پیرنٹس کو تمہارے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری اسٹڈیز کمپلیٹ ہونے سے پہلے کم از کم ہمارا رشتہ طے ہو جائے اسی لیے پچھلے ایک ہفتے سے تم سے ملاقات کے لیے وقت مانگ رہا ہوں اور تم اب تک فیصلہ ہی نہیں کر پائی ہو کہ انکل، آنٹی سے اس بارے میں کب بات کرو گی۔“

شرمندگی کا تاثر اب ذویا کے چہرے پر تھا۔

وعدہ کیا تھا کہ وہ آج ہی اپنے پیرنٹس سے اس پروپوزل کے بارے میں بات کرے گی اور ذویا کو یقین تھا کہ اس کے پیرنٹس زین کے گھر والوں کو کبھی مایوس نہیں کریں گے۔

”جی محبت ہو جائے۔“
”مگر ایسا ہونا ممکن نہیں ہے زین۔“

ذویا نے بر جستہ کہا۔
”تو پھر میں دعا کروں گا کہ مایا سے کسی شخص کو جی محبت ہو جائے۔ اسے واقعی کسی محبت کرنے والے شخص کا ساتھ مل جائے جو اس کے ٹوٹے ہوئے اعتبار کو پھر سے جوڑ دے، کبھی نہ ٹوٹنے کے لیے۔“ زین نے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

”اللہ کرے..... ایسا ہو جائے۔“ ذویا نے اس کی بات پر دعائیہ انداز میں کہا۔

”ایسا ہونا ناممکن بھی نہیں ہے ذویا.....“

”ہاں..... اور باری بھی لو میرج ہوگی..... ہمارے ساتھ تو مایا کے پیرنٹس کی طرح نہیں ہوگا ناں زین.....؟ تم کبھی میرا ساتھ تو نہیں چھوڑو گے..... میرا اعتماد تو نہیں توڑو گے؟“ یہ شاید مایا کی باتوں کا اثر تھا۔ ذویا کے لہجے میں مستقبل کے حوالے سے ہر اس در آیا تھا۔ اس کے لہجے میں یاسیت دیکھ کر زین نے پورے خلوص کے ساتھ اپنا ہاتھ ذویا کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”ہر شخص منصور خان جیسا نہیں ہوتا ذویا..... اور ضروری نہیں ہے کہ ہر لو اسٹوری یا لو میرج کا انجام ناکامی ہی ہو..... محبت آسانی سے ختم ہونے والی چیز تو نہیں ہوتی..... اور نہ ہی محبت کا جذبہ اتنا کمزور ہوتا ہے، میرا یقین کرو ذویا..... میری محبت تمہارے لیے کبھی کمزور نہیں پڑے گی۔ میں کبھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔“ ذویا کی آنکھیں تشکر سے چھلک پڑیں اور اس بار اس کی آنکھوں میں خوشی کا تاثر ہلکورے لے رہا تھا، زین کی محبت کے یقین کا گہرا تاثر..... اب شاید ذویا کو کسی یقین دہانی کی ضرورت نہیں پڑنے والی تھی۔ وہ دونوں بڑے خوشگوار موڈ میں کافی پی کروہاں سے اٹھے تھے۔ واپسی پر ذویا نے

قارئین متوجہ ہوں

پرچا
نہیں ملتا

کچھ عرصے سے بعض مقامات سے یہ شکایات مل رہی ہیں کہ ذرا بھی تاخیر کی صورت میں قارئین کو پرچا نہیں ملتا۔ ایجنٹوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے ہماری گزارش ہے کہ پرچانہ ملنے کی صورت میں ادارے کو خط یا فون کے ذریعے مندرجہ ذیل معلومات ضرور فراہم کریں۔

☆ بک اسٹال کا نام جہاں پرچا دستیاب نہ ہو۔

☆ شہر اور علاقے کا نام۔

☆ ممکن ہو تو بک اسٹال کا PTCL یا موبائل فون نمبر

رابطے اور مزید معلومات کے لیے

نصر عباس

03012454188

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

سپنس، جاسوسی، پاکیزہ، سرگشت

C-63 فیز 11 اسپینش ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

ممبر پوزل ٹیلی فون نمبروں پر کسی رابطہ کر سکتے ہیں

35802552-35386783-35804200

ای میل: jdpgroup@hotmail.com

بھی انجان بنی رہتی..... اسی لیے ذویا اور زین کے اصرار کے باوجود وہ مزید وہاں نہیں رکا۔

رات گئے جا کر پارٹی کا اختتام ہوا تھا۔ مایا نے بیٹیکو بیٹ ہال سے واپسی پر رات کو اپنے نانا کو انجمنٹ پارٹی کا احوال بتانے کے بجائے اپنے روم کا رخ کیا۔ کیونکہ حشام حسن اپنی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اس میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور انہوں نے پہلے ہی معذرت کر لی تھی۔

اس وقت نیند مایا کی آنکھوں سے غائب تھی۔ وہ چیخ کر کے آکر درتپے کے پاس کھڑی ہو گئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی سوچوں کا رخ عالیان کی طرف خود بخود ہو گیا۔ اس کی خوب صورت آنکھوں کی گہری اداسی نے مایا کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ عالیان کی آنکھوں کے رنگوں سے واقف تھی بلکہ اس میں لکھی تحریر کو بھی بخوبی پڑھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ کیونکہ عورت فطری طور پر اپنے اوپر پڑنے والی مرد کی ہر نظر کے مفہوم کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مایا بھی عالیان کے دل کے احوال سے بے خبر نہیں تھی مگر انجان ضرور بن جاتی تھی۔ اس کی زندگی میں اس محبت نامی جذبے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ محبت میں کوئی نیا رشتہ بنانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ سالوں بعد محبت کی پھر ایک نئی کہانی شروع ہو جائے۔ جس کا انجام بالآخر اس کے والدین کی محبت جیسا ہوا اور ایک نئی مایا پھر سے جنم لے۔ وہ اس اذیت میں کسی اور کو جتلا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ جس اذیت میں وہ خود جتلا تھی۔ اور گزرتے وقت کے ساتھ اس اذیت میں اضافہ ہی ہوا تھا۔ اسی لیے عالیان کے اپنے لیے جذبات کی آنچ سے لودیتی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز برتی آئی تھی۔ وہ اس راستے پر قدم رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ جس پر چل کر سفر کے اختتام پر ٹھکن وجود پر ہی نہیں دل و دماغ پر بھی اتر آتی ہے۔

اور شکر تھا کہ ذویا اس سچائی سے بے خبر تھی۔ شاید عالیان نے بھی زین کو اس بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ ورنہ ذویا نے تو عالیان کی وکالت میں مایا کے دل

اور کچھ دن بعد ایسا ہی ہوا تھا۔ زین اپنے پیرئٹس کے ساتھ ذویا کے گھر آیا تھا۔ جہاں زین کے ماں، باپ نے بڑی محبت و انکساری سے ذویا کے لیے اپنے بیٹے کا پروپوزل پیش کیا تھا۔ ذویا کے پیرئٹس کو زین اور اس کی فیملی پسند آئی تھی۔ اس کے اسٹرائٹنگ فیملی بیک گراؤنڈ اور براہیٹ فوج نے ذویا کے پیرئٹس کو اس پروپوزل پر غور کرنے پر مجبور کر دیا۔ زین کے پاپا کا اپنا لیدر گارمنٹس کا بزنس تھا جسے آگے جا کر زین نے ہی سنبھالنا تھا۔ لہذا انہوں نے جواب دینے کے لیے کچھ وقت مانگا تھا۔

اور یوں ٹھیک ایک ماہ بعد ذویا اور زین کی منگنی کی رسم طے کر دی گئی۔ شادی دونوں کی اسٹڈیز مکمل ہونے پر رکھی گئی۔ وہ دونوں بہت خوش تھے اور مایا اپنی دوست کی خوشی میں واقعی خوش تھی۔

آج ذویا اور زین کی زندگی کا بہت بڑا دن تھا۔ ان کی منگنی کی رسم ادا کی گئی تھی اور اس خوشی کے موقع پر ان دونوں کے ساتھ، ساتھ ان کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہر شخص اس خوشی میں خوش تھا۔ چاہے وہ مایا اور اس کے نانا حشام حسن ہوں یا ذویا کی فیملی اور دیگر دوست..... سوائے ایک شخص کے جو اس خوشی کے موقع پر اداس نظر آیا تھا۔ آج پہلی بار مایا نے اس شخص کی آنکھوں میں محبت کی جگہ گہری اداسی کی دبیز دھند کو اترتے دیکھا تھا۔

عالیان، زین کا جگری دوست ہی نہیں کلاس فیلو بھی تھا اور ان دونوں کا یونیورسٹی فیلو بھی تھا۔ اس لیے آج وہ بھی ان دونوں کی خوشی میں شریک تھا..... لیکن مایا کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ہمیشہ نظر آنے والی مایا کی محبت کی جگہ اداسی کے رنگوں نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ شاید اس لیے کہ مایا نے دانستہ طور پر ہمیشہ کی طرح آج بھی عالیان کی ذات کو انگور کیا تھا۔ اور اسی بات نے شاید اسے ہرٹ کیا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں لکھی داستان کا مفہوم جانتے ہوئے

نور حیار دل

تھک کر آ کر سو گئی۔ بے خوابی سے زیادہ سوچوں کی
تھکن نے نڈھال کر دیا تھا۔

اگلی صبح زین اپنی خوشی کو سیلیبریٹ کرنے کے
لیے اپنے جگری یار عالیان کو ٹریٹ دینے کا فی سہاپ
میں موجود تھا۔ کچھلی رات شہر میں خوب بارش ہوئی
تھی۔ جس کے باعث موسم کسی حد تک خوشگوار ہو گیا
تھا۔ اور آج کی صبح بہت نکھری ستھری اور خوش رنگ نظر
آ رہی تھی۔ یا پھر زین کو ہی اپنے دل کے خوش رنگ
موسم کی طرح باہر کے سارے منظر بھی خوش رنگ نظر
آ رہے تھے۔ ورنہ بارشوں کے موسم ہمیشہ اداس
کر دینے والے ہوتے ہیں۔ اور اس وقت عالیان کے
چہرے پر بھی خزاں کا زرد اداس موسم اتر ا ہوا تھا۔ وہ
اپنی محبت کا اظہار زین کے سامنے اس طرح کر رہا تھا
جیسے میدان کارزار میں ہارنے والا کھلاڑی اپنی شکست
کا اعتراف کرتا ہے۔

”میں اپنے آپ سے لڑتے لڑتے ہار گیا ہوں

کی چوکھٹ پکڑ لینی تھی۔ اور وہ تب تک ہار نہیں
مانتی..... جب تک مایا، عالیان کی محبت کو اعزاز و
احترام کے ساتھ قبول نہیں کر لیتی۔ سو اب وہ ہر سکون
تھی کہ عالیان نے اپنی واردات قلبی کی ہوا کسی کو بھی
لگنے نہیں دی تھی۔ مایا کے لیے یہ اطمینان کافی تھا اور
اسے یقین تھا کہ ایک دن عالیان اس کی طرف سے
مایوس ہو کر تھک کر اپنی سمت بدل لے گا۔ کیونکہ مایا کے
نزدیک مرد کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ سمت بدلنے
والی، پڑاؤ دوسری جگہ ڈال لینے والی۔ البتہ ذویا اور
زین کو اس نے خلوص دل سے دعائیں دی تھیں۔

وہ جانے کب سے درتے کے ساتھ لگی کھڑی اپنی
سوچوں میں گم تھی۔ باہر بارش شروع ہو چکی تھی۔ یک دم
تیز ہوا کے ساتھ پھوار نے مایا کے رخسار کو بھگوا یا تو وہ
چونک کر درتے کے پار لان میں برستی بارش میں بھگتے
پودوں کو دیکھنے لگی۔ جو لان میں جگہ جگہ لگے پوسٹ
لیپ کی روشنی میں ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔
وہ رات دیر تک کھڑی بارش دیکھتی رہی تھی پھر

Advertisement Through



JASOOSI DIGEST PUBLICATIONS

Convey Your Message to
Millions of Our Readers,
World Wide



JASOOSI DIGEST SUSPENSE DIGEST MONTHLY PAKEEZA MONTHLY SARGUZASHT

63-C, PHASE II EXTN., D.H.A., MAIN KORANGI ROAD, KARACHI 75500-PAKISTAN.

PHONES : (92-21) 35802552-35804200-35895313 FAX : (92-21) 5802551

Email : jdpgroup@hotmail.com

زین..... اور محبت مجھ سے جیت گئی ہے مگر میں جانتا ہوں میں تمہاری طرح خوش نصیب نہیں ہوں۔ مجھے میری محبت کبھی نہیں ملے گی۔ کیونکہ وہ محبت کے منکرین میں شامل ہے۔ وہ کبھی میری محبت کو قبول نہیں کرے گی۔ وہ کبھی میری محبت پر بھروسہ نہیں کرے گی۔“ اور زین حیرت و استعجاب سے شکست خوردہ جذبات سے نڈھال سامنے بیٹھے عالیان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت واقعی ہارا ہوا لگ رہا تھا۔ زین کو اب اس کی حالت پر دکھ ہو رہا تھا۔

”محبت.....؟ تم کس سے محبت کرتے ہو عالیان؟“ زین کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔

اور عالیان نے جواب دینے کے بجائے اس کی طرف افسردہ نگاہوں سے دیکھ کر ایسے سر جھکا لیا جیسے اب اس میں کچھ بھی کہنے کا حوصلہ باقی نہیں رہا ہو۔

”کون ہے وہ؟ تم نے پہلے کبھی بتایا کیوں نہیں عالیان..... تم کسی سے محبت کرتے ہو..... میں تو تمہارا بیٹ فرینڈ ہوں..... مگر تم نے اتنی بڑی بات مجھ سے شیر نہیں کی؟“

زین کے لہجے میں اب حیرت کی جگہ شکوے نے لے لی تھی۔

”میں تو اس کے سامنے ہی اس سچائی کا اعتراف نہیں کر سکا زین.....! پھر تمہیں کس حوصلے کے ساتھ بتانا..... میں جس سے محبت کرتا ہوں، وہ میری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی..... حالانکہ میں اسے بتانا چاہتا تھا مگر شاید وہ آنکھوں کی زبان پڑھنے کی ماہر نکلی..... اس نے میری آنکھوں میں اپنا عکس دیکھ کر مجھے اتنی بری طرح اگنور کیا ہے کہ میں دوبارہ اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ تک کھو بیٹھا ہوں۔“ زین افسردگی اور پرتاسف انداز میں عالیان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”میں جانتا ہوں، میں اس کے بغیر زندگی جی نہیں سکوں گا۔ میں اسے کبھی یہ نہیں کہہ سکوں گا زین..... کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔“

اور زین کا دل اپنے بے حد وجیہہ، خو برو اور مضبوط اعصاب کے مالک، جگری دوست کو اس

شکستہ حالت میں دیکھ کر دکھ سے رو رہا تھا۔

”کون ہے وہ.....؟ پلیز..... یہ مت کہنا کہ وہ ہمارے ہی کیمپس میں پڑھتی ہے۔“ اور اس نے ڈرتے ڈرتے عالیان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

زین نے واقعی خوف زدہ لہجے میں عالیان کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ ہمارے ہی کیمپس میں پڑھتی ہے اور تم اس سے اچھی طرح واقف ہو۔“

اور اب کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ عالیان کے لبوں سے نکلے لفظوں نے زین کے دل کے سارے خدشوں کی لہجوں میں تصدیق کر دی تھی۔ اس کے لبوں سے بے ساختہ کسی کا نام ادا ہوا تھا۔

”مایا.....؟ تم مایا سے محبت کرتے ہو عالیان.....؟“

زین نے ایسے لہجے میں کہا جیسے کہہ رہا ہو کہ اس نے غلط اندازہ لگایا ہے۔ جیسے عالیان ابھی کہہ دے گا کہ نہیں وہ لڑکی مایا نہیں ہے مگر عالیان نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا اور عالیان کی خاموشی سے جواب اخذ کر کے زین چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا تھا مگر جب بولا تو عالیان کو لگا کہ زین کہہ رہا ہو۔

”اب تم کیا کرو گے عالیان.....؟“ اور عالیان کو لگا جیسے زین کہہ رہا ہو کہ اب تم زندہ کیسے رہو گے۔ عالیان اب بھی خاموش رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد خود کو کمپوز ڈ کرنے کے بعد بولا تھا۔

”اگر آنکھوں کی زبان پڑھنے والے دل کا حال جان کر بھی انجان بنے اپنے قدم آپ کی جانب سے موڑ لیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی زندگی اور دل میں آپ کی کوئی وقعت نہیں اور مایا کی آنکھوں کے سرد تاثر اور رویے نے مجھے اسی وقت باور کرا دیا تھا کہ میں واقعی ہار گیا ہوں۔ میں کبھی اس سے جیت نہیں سکوں گا۔“ اور اپنے عزیز ترین دوست کو مایوسی و شکستگی کی آخری حدوں پر دیکھ کر زین کا دل گر لایا تھا۔

”تم ہاری ہوئی بازی جیت بھی سکتے ہو عالیان.....!“ عالیان کے مایوس، شکستہ جھکے ہوئے

سیاست

ایک برطانوی طالب علم اپنی دوست طالبہ سے کہہ رہا تھا۔ ”میں پہلے جا کر اپنا بیروزگاری الاؤنس کا چیک لوں گا پھر یونیورسٹی جا کر دیکھوں گا کہ میرا تعلیمی وظیفے کا چیک ابھی تک کیوں نہیں پہنچا..... اس دوران میں تم اسپتال سے اپنا فری چیک اپ کرا لینا اور واپس آتے ہوئے فری ہیلتھ سینٹر سے میرا چشمہ بھی لیتی آنا۔ وہاں سے تم فوڈ اسٹیمپ لینے چلی جانا اور کوآپریٹو اسٹور سے مفت کھانے پینے کی چیزیں لیتی آنا..... ٹھیک تین بجے تم مجھے 10 ڈاؤننگ اسٹریٹ کے سامنے ملنا..... وہاں ہم حکومت کے خلاف جلوس میں شریک ہوں گے۔“

رونے کا فائدہ

امریکا کے ایک ممتاز ماہر نفسیات ڈاکٹر ولیم فیوری نے اپنی طویل تحقیق کے بعد انکشاف کیا ہے کہ آنسوؤں کا انسان کی صحت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ان کی تحقیق کے نتیجے میں یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ جذباتی دباؤ کے وقت انسانی جسم میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور جسم کے اندر مختلف غدودوں سے ایک خاص مواد نکل کر خون میں شامل ہو جاتا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ رونے کے بعد انسان خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ ڈاکٹر فیوری کا خیال ہے کہ جذباتی دباؤ کے نتیجے میں جسم میں کیمیاوی عمل ہوتا ہے۔ وہ آنسوؤں کے ذریعے زائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ روتے نہیں ہیں وہ مختلف قسم کے امراض اور بالخصوص السر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر فیوری نے تحقیق کی ہے کہ عورتوں کی نسبت مرد زیادہ السر کے مریض ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ جذباتی آنسو پیاز کے ذریعے بہنے والے آنسوؤں سے کیمیاوی طور پر مختلف ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر فیوری نے سوا افراد کو پیسے دے کر ان کے آنسو حاصل کیے اور ان پر مختلف تجربے کیے ہیں۔

مرسلہ: فاطمہ حسن، اسلام آباد

چہرے نے بے ساختہ غیر یقینی انداز میں سامنے بیٹھے زین کی طرف پُر امید نگاہوں سے دیکھا۔

وہ مایوسی کی جس انتہا پر تھا وہاں کچھ بولنے سے زیادہ امید کی چھوٹی سی کرن کو بھی تھا مناجا چاہتا تھا۔ اسی لیے خاموش رہا تھا۔

”اگر تم ہاری ہوئی بازی جیتنا چاہتے ہو تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔“ زین نے سنجیدہ اور بڑے مستحکم لہجے میں کہا۔

”وہ کیا ہے زین.....؟ تم بتاؤ..... میں ہر راستے پر چلنے کے لیے تیار ہوں۔“

عالیان نے بے ساختہ کہا تھا۔

”تم مایا سے اپنی محبت کا اظہار ہرگز مت کرنا..... اسے مت بتانا کہ تم اس سے کتنی محبت کرتے ہو۔“

”کیا..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو زین؟“ عالیان نے حیرت و استعجاب بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر تم مایا کو پانا چاہتے ہو تو سیدھے طریقے سے اس کے گھر اپنا پروپوزل بھیج دو۔ وہ چاہے محبت نہ کرے مگر شادی تو اسے کرنی ہی پڑے گی پھر چاہے وہ تم ہو یا کوئی اور شخص..... اور اس کے بعد سب کچھ قسمت پر چھوڑ دو کیونکہ ہم انسانوں سے لڑ سکتے ہیں مگر اپنی قسمت سے نہیں۔“

اور عالیان خاموش ہو گیا تھا۔ اب اس کی آنکھوں میں اداسی اور مایوسی کی جگہ امید نے لے لی تھی۔ وہ خوش نما آس جس نے عالیان کے دل کے ساتھ اس کے وجود کو بھی ہلکا پھلکا کر دیا تھا۔ زین نے صدیق دل سے اپنے عزیز از جان دوست کی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

☆☆☆

لندن سے مارہ کا فون آیا تھا۔ ناشتے کی ٹیبل پر حشام حسن بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ مایا خاموشی سے ناشتا کرنے میں مگن تھی۔

”مایا..... آج صبح لندن سے تمہاری ماما کا فون آیا تھا۔“ حشام حسن نے بڑی سنجیدگی سے جملہ کہا تھا۔

اور فوک میں فراڈ ایگ کا پیس پھنساتے ہوئے

مایا نے چونک کر سیاٹ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں تعجب ضرور تھا۔ انہیں بھی اس کے سر درِ عمل کا اندازہ تھا۔ اسی لیے بات کو خود ہی آگے بڑھایا تھا۔

”وہ تمہیں اپنے پاس لندن بلوانا چاہتی ہے۔ تمہیں یاد ہے ناں..... اس نے تم سے وعدہ کیا تھا۔“

”اور اتنے سالوں بعد انہیں اپنے وعدے کی پاسداری کا خیال آیا ہے؟“ مایا کے لہجے میں طنز نہیں تھا۔ شکایت بھی نہیں تھی البتہ لہجے میں بے پروائی ضرور تھی۔ جیسے اب اسے کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حشام حسن خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”اس وقت تمہارے لیے یہی مناسب تھا مایا..... کیا میں نے اپنی پرورش اور محبت میں کوئی کمی رکھی؟“ وہ سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”نہیں بابا..... آپ نے کہیں کوئی کمی نہیں رکھی۔ اسی لیے میری زندگی میں کسی اور محبت کی ضرورت نہیں ہے..... اور پھر اب میں وہاں جا کر کیا کروں گی..... میری وجہ سے خواہ مخواہ ان کی پرسنل فیملی لائف ڈسٹرب ہوگی۔ آپ انہیں منع کر دیں بابا..... میں وہاں نہیں جانا چاہتی..... میں آپ کے پاس ہی خوش ہوں۔“ وہ ناشتا ادھورا چھوڑ کے اٹھنا چاہتی تھی۔ تب حشام حسن نے برجستہ کہا۔

”تو پھر تمہیں کہیں اور جانا پڑے گا مایا..... کیونکہ اب میں تمہیں اس گھر میں زیادہ دن نہیں رکھ سکتا۔“

اور مایا شاکڈ کھڑی بابا کے پُرسکون چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ اور تب اسے ہونقوں کی طرح سراسیمہ دیکھ کر حشام حسن کو اس پر ترس آگیا۔ وہ شگفتگی سے مسکرانے لگے۔

”ارے بھئی..... میں نے ساری زندگی تمہیں اس گھر میں بٹھا کر تھوڑی رکھنا ہے۔ تمہاری اسٹڈیز کمپلیٹ ہو رہی ہیں، میں تمہاری شادی کے بارے میں سوچ رہا ہوں اور ایک بہت اچھا پروپوزل بھی تمہارے لیے آیا ہوا ہے۔“ اس بار واپس چیئر پر..... بیٹھتے ہوئے مایا نے

شکایتی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

”آپ مجھے بوجھ سمجھنے لگے ہیں بابا؟“ مایا کی آنکھوں میں افسردگی بھرا شکوہ تھا۔

”بوجھ نہیں بیٹا..... ذمے داری.....! تم میری ذمے داری ہو بیٹا..... اور بیٹیوں کی ذمے داری سے جتنی جلدی ہو سکے فارغ ہو جانا بہتر ہوتا ہے۔ تم چاہو تو لڑکے سے مل سکتی ہو..... مجھے تو وہ لڑکا اور اس کی فیملی بہت پسند آئے ہیں مگر تمہاری رضا مندی پہلے ضروری ہے پھر میں کوئی فیصلہ کروں گا۔“

”آپ میری مرضی کے بغیر ایسا کیسے کر سکتے ہیں بابا؟“

”پلیز مایا..... اب یہ مت کہنا کہ تم شادی کرنا نہیں چاہتی ہو..... بھئی میرے نزدیک اس دنیا میں خود کشی کرنے والے اور شادی نہ کرنے والے دونوں ہی بزدل اور ابنارمل ہوتے ہیں اور میں جانتا ہوں میری بیٹی بہت بہادر ہے۔“

حشام حسن نے محبت اور مان سے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ وہ محبت کرے نہ کرے مگر شادی تو اسے کرنا ہی پڑے گی۔ وہ بابا کا دل نہیں توڑ سکتی تھی پھر کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ کون ہے، کیا کرتا ہے، پاپا کے پاس ہزار دلائل ہوتے اسے قائل کرنے کے لیے..... مگر انہیں اس سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ اس کی خاموشی نے انہیں فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ حد یہ ہے کہ مایا نے ان سے لڑکے کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ نہ تصویر دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ذویا اور زین کو تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ مایا اتنی آسانی سے شادی کے لیے مان جانے لگی۔ دوسرے زین نے عالیان کی سچائی بتا کر ذویا کو اس بارے میں مایا سے کوئی بھی بات کرنے سے سختی سے منع کر دیا تھا۔ لہذا ذویا نے بھی خوشی کے اظہار کے سوا کوئی سوال جواب نہیں کیے تھے۔ اور یہ یقین حقیقت میں جلد ہی بدل گیا۔ جب چٹ مگنی اور پٹ بیہ کے مصداق مایا بیہ کران دونوں کی شادی سے پہلے سسرال سدھار گئی۔

نور حیار دل

مایا نے دل میں سوچا تھا۔ جبکہ عالیان نے اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھتے ہوئے بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھ کر اس کے نازک ہاتھ کی محرومی انگلیوں کو تھام لیا تھا۔

”زین نے مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ میرا یقین کرو مایا..... میں اس کے بعد سے تمہیں پہلے سے زیادہ چاہنے لگا ہوں۔“ مایا جو عالیان کے پہلے جملے پر ساکت ہوئی تھی اگلے جملے پر سپاٹ تاثر کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ جہاں ہمیشہ کی طرح آج بھی صرف محبت نظر آرہی تھی اور اس محبت میں مایا کے وجود کا ہی عکس تھا۔

”تم چاہے میری بات کا یقین مت کرو..... مگر مجھے یقین ہے۔ ایک دن ایسا ضرور آئے گا، جب میں محبت سے بنے اپنے اور تمہارے اس رشتے کو اتنا مضبوط بنادوں گا اور محبت میں بنے رشتوں پر تمہارا اعتماد بحال کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔“ مایا کی آنکھوں میں سے سپاٹ تاثر غائب ہوا تھا۔ اس کی جگہ بے پروائی نے لے لی تھی۔ وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونا نہیں چاہتی تھی مگر عالیان اس کا ہاتھ تھامے جانے محبت کی کن خوش نما وادیوں کی سیر کروا رہا تھا۔ وہ تو بس خاموشی سے سامنے بیٹھے شخص کے چہرے پر یقین کی روشنی کو دیکھے جارہی تھی۔

نورِ دیارِ دل اصل میں محبت ہی ہے، محبت دل کا نور ہے اور اب یہ وقت ہی بتاتا کہ عالیان اپنے اس یقین کو کس طرح ثابت کرتا ہے۔

☆☆☆

حشام حسن نے فون کر کے مارہ کو مایا کے لندن جانے کے سلسلے میں صاف انکار کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اور تب مارہ نے مایا کی شادی میں پاکستان آکر اسے ڈھیروں دعاؤں کی چھاؤں میں اور ڈھیروں تحائف کے ساتھ عالیان کی ہمراہی میں رخصت کیا تھا۔ اس یقین اور امید کے ساتھ کہ ایک دن مایا کا اپنے ان کھوئے ہوئے رشتوں پر اعتماد بھی بحال ہو جائے گا۔



ذویا اور زین سے زیادہ آج حشام حسن خوش تھے۔ انہوں نے بہت بڑی ذمے داری ادا کر دی تھی۔ اور پھر سب نے مایا کی دائمی خوشیوں کی دعا کے ساتھ اسے رخصت کیا تھا۔

☆☆☆

وہ کافی دیر سے فریش پھولوں سے ڈیکوریٹ کیے گئے ماسٹر بیڈروم کے لکڑی بیڈ پر بیڈ کراؤن کے ساتھ رکھے گاؤٹیکے سے ٹیک لگائے ایزی ہو کر بیٹھی تھی اور اس شخص کی آمد کی منتظر تھی جسے بابا نے اس کے لیے زندگی بھر کا ساٹھی چنا تھا۔ مگر آنے والے کا اب تک کوئی اتنا پتا نہیں تھا۔ وہ تھکنے لگی تھی جب بائیں جانب سے کسی کے گھیسر اور مانوس لہجے نے مایا کو چونک کر اسی جانب دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

”محبت ایک سمت میں سفر کرنے کا نام ہے، ایک جگہ ٹھہر جانا، ایک جگہ پڑاؤ ڈال لینا۔ صرف ایک کو دیکھنا، صرف ایک ہی کو سوچنا..... محبت صرف واحد اور یکتا ہی ہوتی ہے۔ محبت کبھی اپنی سمت نہیں بدلتی۔ اگر محبت ہو تو..... اگر محبت کی سمت بدل جائے تو پھر وہ محبت نہیں ہوتی۔ اور میں محبت میں سمت بدلنے والوں میں سے نہیں ہوں مایا.....“ یہ الفاظ اور یہ سوچ مایا کو حیرانی ہوئی تھی۔ بھلا کوئی دوسرا شخص مایا کی طرح ہی محبت کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ مایا حیرت و تعجب سے عالیان کی طرف دیکھ رہی تھی جو بیڈ کی بائیں جانب کھڑا مسکرا رہا تھا۔

نکاح کے وقت وہ اپنی سوچوں میں اس حد تک مگن تھی کہ اسے عالیان کے نام تک کی گردان کا احساس بھی نہیں ہوا۔ مگر محبت کے بارے میں جس سوچ کو لفظوں کا اظہار عالیان نے دیا تھا وہ تو اس کی اپنی سوچ تھی۔ پھر عالیان نے کیسے اس کی سوچوں تک رسائی پائی تھی۔ وہ حیرت و تعجب کی کیفیت میں گھری اسی کی طرف دیکھے جارہی تھی۔

”تو کیا عالیان کی محبت میں اتنی طاقت اور صداقت تھی کہ اس نے اسے پا کر اپنا آپ منوالیا تھا؟“